مِّنَ النِّفَاقِ ۔" تو ایسا شخص یقیناً ایک نوع کے نفاق پر مرا ہے" یعنی حقیقی ایمان پر نہیں مرا۔ تو یہ ہے 'ہجرت و جہاد'۔ ہجرت شروع کہاں سے ہوئی! ترکِ معصیت سے، اور کہاں تک جائے گی! ترکِ وطن تک ۔ جہاد کہاں سے شروع ہوا! جہاد مع النفس سے اور کہاں تک جائے گا! قتال فی سبیل اللہ تک ۔ لیکن اس لائحہ عمل پہ چلنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے اور وہ جماعت بیعتِ سمع وطاعت پہ قائم ہو۔ البتہ اس کے ساتھ 'فی المعروف' کی شرط ہوگی ۔

میں نے آغاز میں تین آیات مبارکہ اور تین ہی احادیث شریفہ پڑھی تھیں۔ درمیان میں اور آیات و احادیث بھی مزید وضاحت کے لئے آئی ہیں۔ لیکن میری آج کی گفتگو کا اصل موضوع وہ لائحہ عمل ہے جو ان آیات اور احادیث کے ذریعہ سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ میں اپنی گفتگو ختم کرنے سے قبل پھر وہ آیات اور ان کا ترجمہ سنا دیتا ہوں چونکہ اصل سبق اور اصل دولت تو یہ ہے تاکہ آپ اپنے ذہن میں آج کے درس کا حاصل تازہ کر کے اٹھیں۔ پہلی آیت میں فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۔ "اے اہلِ ایمان یا اے ایمان کے دعویدار و! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور دیکھنا موت ہرگز نہ آئے مگر فرماں برداری کی حالت میں" ۔ دوسری آیت: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا ۔ "اور اللہ کی رسّی کو تم مل جل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں مت پڑو، انتشار میں مبتلا نہ ہو" اور حبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے ۔ اس کو تین احادیث سے میں آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں ۔ قرآن مجید سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے نتیجہ میں فکری و ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوگی ۔ اور عملی اشتراک و تعاون وجود میں آئے گا ۔ اس کے بعد ایک تاریخی بات سے استشہاد تھا ۔ اس کو میں چھوڑ رہا ہوں۔ چونکہ ذکر کر چکا ہوں کہ ہمارے حالات بھی اس تاریخی پس منظر سے مختلف نہیں ہیں ۔ تیسری آیت کا پہلا حصہ ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ "اور تم میں سے لازماً ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے" ۔ یہاں "منکم" تم میں سے نہایت قابلِ غور ہے ۔ اس جماعت کے تین مقاصد ہوں۔ پہلا مقصد يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ "نیکی کی دعوت" خیر کو وسیع تر معنی میں لیا جائے تو مراد ہوگی "قرآن کی دعوت" ۔ دوسرا مقصد وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ۔ "نیکی بھلائی کا حکم" ۔ اور تیسرا مقصد: وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "بدی اور برائی سے روکنا" ۔ اس بدی و برائی کو روکنے کے تین مدارج ہیں جو دو احادیث شریفہ سے ہمارے سامنے آئے ۔ پہلا درجہ طاقت سے روکنا ۔ دوسرا درجہ زبان سے روکنا۔

تیسرا درجہ دل سے روکنا یعنی دل میں اس کے خلاف اضطراب محسوس کرنا ۔ اور یہ آخری درجہ ہے کہ جس کے متعلق ایک حدیث کے آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر یہ حالت یعنی دل کی بیکلی، بے چینی، صدمہ اور کرب نہ ہو تو وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ ۔ "تو رائی کے برابر بھی حقیقی ایمان دل میں موجود نہیں ہے"

اس کے لئے ہماری کوشش کیا ہونی چاہیئے! اعلیٰ اور پہلے درجہ کی۔ اس کے لئے طریقہ کیا ہوگا! وہ جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔ قرآن کی دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے ایک ایسی جماعت فراہم کی جائے اور تشکیل دی جائے جو اپنی استقامت سے اپنے ثبات سے، اپنے صبر سے اپنے ایثار سے، قربانی سے، اپنی باہمی محبت سے اور جماعتی طور پر اپنی ہجرت و جہاد، اپنی کوشش و محنت سے اللہ کے دین کا بول بالا کرے، منکرات کا استیصال کرے۔ جو لوگ یہ کام کریں گے تو اس آیت کے آخر میں ان کو بشارت دی گئی: وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ " اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے" ایسے موقع پر ہمیشہ دل میں دعا کیا کیجئے: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اجْعَلْنَا مِنْهُمْ ۔ اے اللہ ہمیں ان مفلحین میں شامل فرما جو تیرے بتائے ہوئے ان تمام راستوں پر عمل پیرا ہوں۔ ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اپنی انفرادی زندگیوں میں تقویٰ، اطاعت اور فرمانبرداری کی روش اختیار کریں۔ ہم قرآن سے نزدیک سے نزدیک تر ہوتے چلے جائیں۔ اس کے ساتھ ہمارا ذہنی و قلبی اور عملی تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ اور اے اللہ! ہمیں ہمت دے کہ ہم ایک جماعت کی شکل اختیار کریں جو سمع و طاعت کی بنیاد پر قائم ہو اور جس کا مقصد صرف دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین!

بارك الله لی ولكم فی القرآن العظيم ونفعنی واياكم بالآيٰت والذكر الحكيم

—•○•—

بقیہ: حضرت عبداللہ بن مبارک

جاتا تھا۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اہلِ عقل کو تین قسم کے لوگوں سے خوف نہیں کھانا چاہیئے۔ علماء سے، سلطان سے، اور اپنے مسلمان بھائیوں سے۔ جس کسی نے علماء سے خوف کھایا اس نے اپنی آخرت برباد کر لی، جو سلطان سے ڈرا اس کی دنیا خراب ہو گئی اور جس نے مسلمان بھائیوں سے گریز کیا اس کی مروت جاتی رہی۔

مولانا محمد تقی امینی قسط (۷)

ھدایتُ القرآن

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۙ

یہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے متقیوں کیلئے ہدایت ہے۔

کتاب ہدایت کے شروع میں سب سے پہلے کتاب کا تعارف ہے پھر اسکے بعد ان لوگوں کا تعارف ہے جن سے کتاب (قرآن) کو سابقہ پیش آنے والا ہے کتاب کے تعارف میں تین باتیں کہی گئی ہیں۔ پہلی دو باتیں خود کتاب سے متعلق ہیں اور تیسری بات اسکی اصل غایت سے متعلق ہے جیسے کسی انسان کا تعارف کرانا ہو تو پہلے اس کی ذات سے متعلق کچھ باتیں کہی جائیں پھر اس کی آمد کا اصل مقصد بتایا جائے ظاہر ہے کہ یہ تعارف اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اور اس کتاب کے بارے میں ہے جو اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اتاری ہے اس بنا پر تعارف کا وہی انداز اختیار کیا گیا ہے جو اللہ کی عظمت و بڑائی کے شایان شان ہے اگر کسی اور کی طرف سے تعارف ہوتا تو اس میں بلندی و برتری کی یہ روش نہ اختیار کی جا سکتی جو اس میں پائی جارہی ہے۔

۱ - ذٰلِكَ الْكِتَابُ - یہ عظیم الشان کتاب ہے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور خوبی و کمال کے لحاظ سے بھی کہ اس کے مقابلہ میں ہدایت کے لئے جتنی کتابیں ہیں وہ سب ناقص ہیں ذٰلك سے اشارہ جس طرح دور کے لئے ہوتا ہے درجہ اور مرتبہ کی بلندی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ الف لام " الکتاب" میں جس طرح خصوصیت کے لئے آتا ہے خوبی و کمال کے لئے بھی آتا ہے اس لحاظ سے عظیم الشان کا مفہوم خود " ذٰلك الکتاب" میں موجود ہے۔

۲ - لَا رَيْبَ فِيهِ - اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یعنی درجہ اور مرتبہ خوبی اور کمال ہر لحاظ سے یہ کتاب شک و شبہ سے بالاتر ہے کسی طرف سے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۳ - هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ - متقیوں کے لئے ہدایت ہے بارش کی کارگذاری دکھانا

ہو تو اس زمین کو منتخب کیا جائے گا جو پیداوار کے لحاظ سے سب سے بہتر ہو۔ سورج کی کارگذاری بیان کرنا ہو تو ان کی نسبت سے بات ہوگی جن کی آنکھیں کھلی ہوں۔ اسی طرح کتاب ہدایت کا تعارف اسکی کارگذاری سے کرانا ہو تو ان افراد کو منتخب کیا گیا جو اس کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے اہل ہیں قرآن کی زبان میں ان افراد کا نام "متقین" ہے۔

"متقین"، متقی کی جمع ہے جو تقویٰ سے بنایا گیا ہے تقویٰ اپنی حقیقت کے لحاظ سے اس روحانی کیفیت کا نام ہے جو ابتدا سے انسان کے اندر پیوست کر دی جاتی ہے جس کی تعبیر دل کی روشنی سے بھی کی جا سکتی ہے۔

یہ "تقویٰ" اندر کی چیز ہے جو دیکھی نہیں جاتی ہے لیکن اندر و باہر عقیدہ و عمل کی زندگی میں اس کے بے شمار اثرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے وہ جانا اور پہچانا جاتا ہے اس لحاظ سے تقویٰ دل کی نیکی و عمل میں سچائی کا دوسرا نام ہے جو پوری زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ در اصل یہی وہ روحانی کیفیت یا دل کی روشنی ہے جو انسان کو قرآن کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے کا اہل بناتی ہے اور اسمیں عقیدہ و عمل کی جو باتیں ہیں انکو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ اس موقع پر متقین کا لفظ نہایت موزوں ہے ایک سے ایک طرف اس صلاحیت کی نشاندہی ہو جاتی ہے جو کتاب ہدایت قبول کرنے کے لئے ضروری ہے اور دوسری طرف متقین کے جو اوصاف آگے گنائے گئے ہیں ان سے کارگذاری کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے کہ اسکی کارگذاری دیکھنا ہو تو ان لوگوں کو دیکھو جنہوں نے کتاب ہدایت قبول کی اور ان میں یہ اوصاف پیدا ہوئے۔

قرآن کا تعارف هُدًى لِّلنَّاسِ (سب کے لئے ہدایت ہے) سے ہی ہوتا ہے جس کا دائرہ زیادہ وسیع ہے لیکن یہاں اس صفت کو نہیں لایا گیا تاکہ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (متقیوں کے لئے ہدایت ہے) کو لایا گیا جس کا دائرہ پہلے کے مقابلہ میں محدود ہے اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اوّل میں کارگذاری کا پہلو زیادہ نمایاں ہے جبکہ دوسرے میں فیض رسانی کا پہلو زیادہ نمایاں ہے کارگذاری کے موقع پر دوسری صفت زیادہ موزوں قرار پائی ہے جسمیں سامنے کا مشاہدہ ہو اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ اسکو قبول کرکے اور اس پر عمل کرکے لوگ متقی نہیں بنتے ہیں اور فیض رسانی کے

موقع پراس کی عمومیّت ثابت ہونے کے بعد پرواہ نہیں رہتی کہ کتنے لوگ فیضیاب ہوتے اور کتنے نہیں ہوتے ہیں ۔

قرآن میں "تقویٰ" کا استعمال بہت سے معنوں میں ہوا ہے مثلاً اللہ سے ڈرنا ۔ برائیوں سے بچنا ۔ محتاط زندگی گذارنا پرہیزگاری اختیار کرنا نقصان دہ چیزوں سے بچنا ۔ اللہ کے سامنے عجزونیاز کرنا وغیرہ یہ اور انکے علاوہ جس قدر تقویٰ کے معنی ہیں وہ سب اسی رُوحانی کیفیت یا دل کی روشنی کے اثرات ہیں جو انسان کی اندرو باہر کی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں ، آگے جہاں بھی یہ لفظ آئے گا موقع کی مناسبت سے ان ہی معنوں میں سے کوئی معنی اختیار کیے جائیں گے ۔

قرآن کا یہ تعارف چونکہ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے علم میں لوگوں کی نفسیاتی کیفیتیں اور قبول کرنے کی صلاحیتیں ہیں اس بناء پر اس نے اپنے علم کی بناء پر انجام دیکساں ہوگی قرآن کا آفتاب اگرچہ سب پر یکساں چمکے گا لیکن اسکو قبول کرنے والے اور اس سے فائدا اٹھانے والے وہی سامنے آئیں گے جن میں فائدہ اٹھانے کی صلاحیّت ہوگی اگر یہ تعارف اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا جسکو انسان کے اندر کا علم نہ ہوتا تو اسکو اس بلند و برتر مقام سے گفتگو کا حق نہ ہوتا ۔

دراصل اللہ کی گفتگو کا یہی بلند و برتر مقام ہے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے ۔ ان گروہوں کا تعارف جن سے قرآن کو سابقہ پیش آنیوالا ہے ۔

کتاب ہدایت (قرآن) کے تعارف کے بعد اب ان لوگوں کا تعارف ہو رہا ہے جن سے کتاب کو سابقہ پیش آنیوالا ہے ۔ ان کو تین گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ یہ تقسیم فطری ہے جو قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر سچائی کے پروگرام کو ہمیشہ انہیں تینوں سے سابقہ پیش آتا رہا ہے ۔

۱ - وہ جو آسانی سے اس کی ہدایت قبول کر لیتے ہیں ۔
۲ - وہ جو کسی قیمت پر ہدایت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں ۔
۳ - وہ جو زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں انکے کچھ اور ہوتا ہے ۔

پہلے گروہ میں ہدایت کی صلاحیت (رُوحانی کیفیت یا دل کی روشنی) موجود ہوتی ہے ۔

دوسرے گروہ میں ہدایت کی صلاحیت ختم ہوچکی ہوتی ہے تیسرے گروہ میں ہدایت کی صلاحیت اگرچہ پوری طرح نہیں ختم ہوتی لیکن اس سے کام لینے کی صلاحیت نہیں باقی رہتی ہے۔

پہلا گروہ

الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ تا المفلحون

"جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور اس پر (بھی) جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح (کامیابی و مراد) پانے والے ہیں۔

پہلے گروہ کی حالت و کیفیت یہ مشاہدہ میں آتی ہے مثلاً

(ا) وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں" ایمان" سے مراد کسی بات کے ماننے کی وہ پختہ اور گہری بنیاد ہے جو ذہن میں جمی ہوتی ہے اور جس پر عمل کی پوری عمارت تیار ہوتی ہے "غیب" سے مراد اللہ کی ذات و صفات اور تمام وہ باتیں ہیں جو ہمارے علم و معلومات کی دنیا سے آگے کی ہیں، لیکن ہر دور و زمانہ میں اللہ اپنے نبیوںؑ اور رسولوںؑ کے ذریعہ ان کی خبر دیتا رہا ہے۔

ایمان کے اثرات زندگی میں بڑے دُور رس ہوتے ہیں۔ یہی زندگی میں حرارت و جرأت پیدا کرتا ہے اس کو قربانی و جہاد پر آمادہ کرتا اور پھر انسان وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جو اس کے بغیر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کے بڑے مادی و روحانی انقلاب اسی ایمان کی بدولت ہوتے ہیں۔ جن نظریات (خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی) پر انسان ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر وہ ذہن میں راسخ نہ ہوں اور ان کی بنیاد پختہ اور گہری نہ ہو تو ان کی خاطر نہ کوئی قربانی دینے کے لیے تیار ہوتا ہے اور نہ عملی زندگی میں کسی بڑے انقلاب تک بات پہنچتی ہے۔

غیب پر ایمان کی بڑی اہمیت ہے اللہ کی ہدایت میں اس کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتا ہے۔ اسی سے زندگی میں روحانیت کا ثبوت ملتا ہے، اسی سے زندگی کا رُخ متعین ہوتا ہے کہ اس کا تمام تر رخ اسی مادی دنیا کی طرف نہیں ہے۔

بلکہ اس سے آگے جو بہت کچھ ہے وہ بھی اِس کے پیشِ نظر ہے، اسی سے انسان کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ اس کی ذہنیت روحانی ہے یا مادّی بن چکی ہے، مادّی ذہنیت، میں انسان اسی دُنیا کو سب کچھ سمجھتا ہے، اِس سے اُوپر اُٹھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے اور روحانی ذہنیت میں انسان اسی دنیا پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ اِس کے آگے جو بہت کچھ ہے اِس کے حاصل کرنے کی بھی فکر رکھتا ہے، پھر اِس کی خاطر زندگی گذارنے کے طور طریقے میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔

ایمان بالغیب اُن سب کو جامع ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور تقریباً یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہماری نظر سے غائب ہیں، اللہ، فرشتے، اللہ کے بھیجے ہوئے سارے پیغمبر، اللہ کی اتاری ہوئی ساری کتابیں، آخرت اور علمِ الٰہی میں ہر چیز کا اندازہ (تقدیر) ان میں کون ایسا ہے جو ہر ایک کی نظر کے سامنے ہو۔

(ب) وہ نماز قائم کرتے ہیں، نماز کے لیے جگہ قائم کرنے کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ جس کا مطلب ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے اس کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی ہے اس میں نماز کی شکل و صورت، خلوص اور خشوع سب ہی آجاتے ہیں، اگر قائم کرنے کے بجائے نماز پڑھنے کا لفظ استعمال کیا جاتا تو اس میں یہ جامعیت پیدا نہ ہوتی۔

(ج) وہ اللہ کی دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی جس قدر نعمتیں بندوں کو ملتی ہیں وہ سب رزق (عطیہ و بخشش) میں شامل ہیں جن کو وہ متقین صحیح جگہ استعمال کرتے اور حق کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً مال و دولت صحت و صلاحیت اور علم و حکمت وغیرہ۔ ان میں نہ وہ بخل کرتے ہیں اور نہ ان کو غلط جگہ استعمال کرتے ہیں اور نہ بے جا خرچ کرتے ہیں۔

اِس موقع پر متقین کی عملی زندگی میں ان کی صرف دو صفتوں کو ذکر کیا ہے۔ جن سے پوری زندگی کا پتہ چل جاتا ہے۔ (۱) نماز اور (۲) انفاق (خرچ کرنا) نماز سے اللہ کے ساتھ تعلق کی وضاحت ہوتی ہے اور انفاق سے دوسروں کے ساتھ تعلق کی وضاحت ہوتی ہے۔ اللہ کے ساتھ ان کا تعلق عجز و نیازمندی، صفائی و ستھرائی، خلوص اور توجہ کے ساتھ ہوتا ہے چالبازی و موقع پرستی کا تعلق نہیں اختیار کرتے ہیں یعنی وہ ایسا نہیں کرتے کہ جب تک فائدہ حاصل ہوتا رہے اللہ کے ساتھ تعلق قائم رہے اور جہاں فائدہ کو خطرہ نظر آئے یا نقصان کا اندیشہ ہو